دنیا اور کائنات کا ہر جزو اللہ تعالیٰ کی کسی نہ کسی صفت کا مظہر ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷ رفروری ۱۹۷۶ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

دس پندرہ روز سے مجھے دورانِ سر اور درد سر کے علاوہ معدے کی تکلیف چلی آ رہی ہے۔ آج بھی اسی تکلیف ہی میں مَیں بعض حکمتوں کے مدنظر یہاں آ گیا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے توفیق دے گا اس سلسلہ مضمون کے بارہ میں کچھ کہنے کی جسے میں نے دو تین ہفتے پہلے شروع کیا تھا یعنی مسئلہ قضا و قدر۔

اس سلسلہ میں پہلا خطبہ میں نے اپنی طرف سے سادہ زبان میں بچوں کو مخاطب کرتے ہوئے انہیں اس مسئلہ کے سمجھانے کی کوشش میں دیا تھا۔ آج میں قضا و قدر اور دعا کا جو مسئلہ ہے اس کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

دنیا میں بعض لوگ ایسے پائے جاتے رہے ہیں اور پائے جاتے ہیں جنہوں نے اس خیال اور عقیدے کا اظہار کیا کہ دعا میں کوئی اثر نہیں اور نہ دعا سے کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے اس لئے کہ ہر چیز قضا و قدر میں بندھی ہوئی ہے۔ جو ہونا ہے وہ دعا کے بغیر ہی ہو جائے گا اور جو نہیں ہونا کوئی شخص خواہ کتنی ہی دعا کرتا رہے اسے وہ چیز حاصل نہیں ہوگی کیونکہ وہ مقدر میں نہیں ہے؟ لیکن چونکہ قرآن کریم نے دعائیں کرنے کا حکم دیا ہے اس واسطے یہ عقیدہ ظاہر کیا گیا کہ دعا کسی مطلوب شے کو تو حاصل نہیں کرتی مثلاً کسی کا بچہ بیمار ہے۔ اس کے والدین، عزیز

دوست اُس کے لئے دعائیں کرتے ہیں تو عقیدہ یہ ظاہر کیا گیا کہ اگر بچے کی صحت قضا وقدر کے لحاظ سے مقدر نہیں تو دعاؤں سے بچہ اچھا نہیں ہوگا تو پھر دعا کا حکم کیوں دیا گیا؟ وہ کہتے ہیں اس لئے دیا گیا کہ دعا ایک عبادت ہے ایک عبادت کا جتنا اثر ہوتا ہے اتنا ہوگا لیکن جو مطلوب شے ہے جس کے لئے دعا کی گئی ہے وہ نہیں ملے گی۔ یہ ساری خرابیاں اس لئے پیدا ہوتی ہیں کہ قرآن کریم کی تعلیم پر غور نہیں کیا جاتا۔ خدا تعالیٰ کی اس حسین اور ابدی شریعت پر جیسا کہ چاہیئے انسان غور نہیں کرتا اور نہ ہی اُن مقربین الٰہی کی تقریروں، تحریروں اور تفسیروں سے فائدہ اُٹھاتا ہے جو قرآن عظیم کے روحانی اسرار پر مشتمل ہوتی ہیں اور جنہیں وہ اللہ تعالیٰ سے سیکھ کر بنی نوع انسان کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں دعا کی تاثیر سے انکار کرنے والوں کے خیالات نمایاں ہو کر اس لئے ابھرے کہ دنیا میں علوم پھیل رہے تھے اور بنی نوع انسان کا ایک حصہ دنیوی علوم میں ترقی کر رہا تھا۔ مادی علوم کے اثر کے نیچے بعض باتوں کا جواب نہ دے سکنے کی وجہ سے جو اسلام کے متعلق کی جارہی تھیں اس قسم کے Escapes یعنی ذہنی طور پر بچاؤ یا اعتراضات سے بچنے کی کوششیں کی گئیں۔

پہلے میں تمہیداً یہ بتا دیتا ہوں کہ ہر دعا قبول نہیں ہوتی اور یہ مسئلہ اسلام نے ہمارے سامنے رکھا ہے۔ خدا تعالیٰ تمام قدرتوں کا مالک اور تمام صفاتِ حسنہ سے متصف ہے اور بندہ کی حقیقت اس کے مقابلہ میں ایک ذرہ ناچیز کی بھی نہیں۔ خدا اپنے فضل اور رحمت سے اپنے ان بندوں سے جو اس کی راہ میں اپنی زندگیاں گذارنے والے ہیں دوستوں کا سا سلوک کرتا ہے۔ اب کہاں رب کریم اور کہاں اس کا ناچیز بندہ لیکن رب کریم نے یہ چاہا کہ اپنی مخلوقات میں سے اُن لوگوں کے ساتھ جو اس کی راہ میں فدا ہوتے ہیں اور جنہوں نے دنیا سے انقطاع کیا ہے ان کی طرف رجوع برحمت ہو اور ان سے دوستانہ پیار کا سلوک کرے اور اس کو دنیا پر ظاہر کرے۔

پس دو دوستوں کے درمیان خواہشات کے اظہار اور ان کے قبول یا ردّ کا جو دستور ہمیں نظر آتا ہے وہی خدا تعالیٰ نے اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان قائم کیا ہے یعنی دوست کبھی اپنے دوست کی بات مانتا ہے اور کبھی اپنے دوست سے اپنی بات منواتا ہے۔ عموماً دُنیا میں یہ

نظر آتا ہے یہ کوئی اُلجھا ہوا مسئلہ نہیں ہے۔ وہ دوست نہیں جو ساری ہی باتیں منواتا چلا جائے۔ وہ تو جب انسان غلام رکھا کرتا تھا غلام بھی بعض دفعہ ساری باتیں نہیں مانتا تھا دوست کا تو سوال ہی نہیں۔

غرض دوستی کا معیار اور دوستی کی بُنیاد یہ ہے کہ کبھی دوست دوست کی بات مانتا ہے اور کبھی اپنی منواتا ہے لیکن جہاں تک خدا تعالیٰ اور بندے کا تعلق ہے، وہ تو خالق اور مخلوق، معبود اور عبد کا تعلق ہے لیکن عبد اور مخلوق ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کا انسان سے سلوک یہ ہے کہ کبھی اس کی بات مان لیتا ہے اور کبھی کہتا ہے اپنی بات منواؤں گا۔ کبھی وہ کہتا ہے اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ (النمل:۶۳) یعنی جس وقت انسان اضطرار کی حالت میں نیکی اور فدائیت کے جذبات لے کر اس کی طرف جھکتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اُس کی دُعا کو قبول کرتا ہے اور اس کے اضطرار کو دُور کر دیتا ہے اور کبھی قرآن کریم میں یہ اعلان ہوتا ہے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ (البقرہ:۱۵۶) ہم تمہیں آزمائیں گے۔ اب یہ فیصلہ کہ ہم تمہاری آزمائش کریں گے۔ ہم تمہارا امتحان لیں گے اس فیصلے کے مقابلے میں تو ساری دُنیا کی دعائیں رد ہوں گی کیونکہ خدا تعالیٰ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تم میری بات مانو۔ اب ایک طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کی قبولیت ہے اور یہ ایک حقیقت ہے ہم محبتِ رسول کی وجہ سے کوئی مبالغہ نہیں کر رہے بلکہ ہماری روح، ہماری عقل، ہمارا وجدان اور ہماری قوتِ استدلال ہمیں اس نتیجہ پر پہنچاتی ہے کہ آپ نے اس قدر دعائیں کیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس قدر دُعائیں قبول کیں کہ انسانی زندگی میں ایک انقلابِ عظیم بپا ہو گیا اور وہ جو سینکڑوں سال کے مردہ پڑے ہوئے تھے اُن کے اندر زندگی کے آثار پیدا ہو گئے۔ دوسرے مکی زندگی میں خدا تعالیٰ نے ابتلاء اور امتحان پیدا کئے۔ رؤسائے مکہ مسلمانوں کو طرح طرح کی ایذائیں دے رہے تھے اور مسلمان بھی دعائیں کر رہے تھے۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں تھیں لیکن مکی زندگی کے ابتلاء کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے دُعا سے منع کیا گیا تھا کیونکہ انبیاء علیہم السلام کو بعض دفعہ منع بھی کیا جاتا ہے کہ دُعا نہیں کرنی۔ اسلامی تاریخ میں بعض بزرگوں اور مقربین کے متعلق آتا ہے کہ وہ ایسے وقت میں سوچ میں پڑ جاتے تھے کہ آیا یہ کوئی ابتلاء تو نہیں اور

خدا تعالیٰ امتحان تو نہیں لینا چاہتا۔ پھر وہ ابتلاء کے دُور ہونے کی دُعا نہیں مانگتے تھے بلکہ اس فکر میں رہتے تھے کہ وہ ثباتِ قدم دکھائیں اور تکلیف برداشت کر کے امتحان میں کامیاب ہوں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کریں۔ تو ایک ضمنی بات تھی جسے میں نے شروع میں بتا دیا ہے، اصل وہ تمہید ہے جسے میں دعا کا فلسفہ سمجھنے کے لئے بیان کر رہا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اسلام نے کس معنی میں قوانینِ قدرت یا اس کے مفہوم کو استعمال کیا ہے۔ اسلام ہمیں یہ بتاتا ہے کہ جو کچھ اس عالمین میں نظر آتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے جلوے ہیں اور بس۔ ان کو ہم آثار الصفات بھی کہتے ہیں مثلاً خدا تعالیٰ کی ایک صفت ہے خالق ہونے کی, وہ خلق کر رہا ہے۔ خدا تعالیٰ کی ایک صفت الحیّ ہے یعنی زندگی کو قائم رکھنے کی اگر اس صفت کا جلوہ ایک لحظہ کے لئے بھی اس کی مخلوق کے کسی حصہ سے علیٰحدہ ہو جائے تو اسی وقت وہ ختم ہو جاتا ہے اُس پر فنا آ جاتی ہے۔ اسی طرح بہت سی صفات کا ہمیں علم دیا گیا ہے اور بہت سی صفات کا ہمیں اس دُنیا میں علم نہیں دیا گیا اور اس کی طرف قرآن کریم نے اشارہ بھی کیا ہے۔ خدا تعالیٰ کی ہر صفت کے غیر محدود جلوے ہیں۔ ان جلووں کے نتیجہ میں چیزیں پیدا ہوتی ہیں اور قائم رہتی ہیں۔ اُن کے اندر جو خواص پائے جاتے ہیں وہ سب خدا تعالیٰ کی صفات کے جلووں کا نتیجہ ہیں اس لئے ہم انہیں آثار الصفات کہتے ہیں۔ اس عالمین کی ہر مخلوق اور ہر چیز آثار الصفات کے اندر بندھی ہوئی ہے یعنی خالی پیدائش ہی تو نہیں۔ ایک بچہ پیدا ہوتا ہے پھر اس کو صحت اور تندرستی سے زندہ رکھنا ہوتا ہے کیونکہ خدا قیّوم ہے پھر اس کی ربوبیت کے سامان پیدا کرنے ہوتے ہیں کیونکہ خدا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ہے۔ گویا غرضیکہ پانی کو ہم مختلف طریق سے استعمال کرتے ہیں۔ پانی سے ہم کھیتوں کو سیراب بھی کرتے ہیں گندم جس کے اُگانے کے لئے پانی کی ضرورت ہے اس کے پسوانے کے لئے بھی اس کی ضرورت ہے اگر ایک خاص نسبت سے گندم میں پانی نہ ہو تو وہ پیسی نہیں جا سکتی۔ اس صورت میں یہ دیکھنا کہ کتنی فیصد پانی ہے یہ تو ہمارے اختیار کی بات نہیں لیکن یہ ہمارے اختیار کی بات ہے کہ ہم اس کو گوندھتے وقت اس میں پانی ملائیں۔ آٹے میں پانی ملائے بغیر کوئی شخص روٹی بنانا چاہے تو نہیں بنے گی۔ یہ قانونِ قدرت ہے یہ خدا تعالیٰ کی صفات کے آثار ہیں جو دُنیا میں جلوہ گر ہیں مثلاً آٹے کی

گندھوائی پانی کی محتاج ہے۔ خدا تعالیٰ نے آٹے کی گندھوائی کو پانی کے ساتھ باندھ دیا ہے۔ پھر آٹے کی پسوائی میں بھی یہی قانونِ قدرت نظر آتا ہے اگر پیستے وقت آٹا زیادہ گرم ہو جائے تو اس کے بہت سارے صحت منداجزاء بیچ میں سے جل جائیں گے اور فائدہ نہیں دیں گے۔ یہ ایک قانونِ قدرت ہے لیکن اس کا استعمال ہم نے کرنا ہے کیونکہ ہمارے لئے اس میں فائدہ ہے۔ اگر ہم بڑی بڑی مِلوں کا آٹا استعمال کریں گے تو چونکہ اس کے بعض صحت منداجزاء ضائع ہو جانے کی وجہ سے اس میں تھوڑا سا فرق پڑ جائے گا اس لئے وہ ہماری صحتوں پر اثر انداز ہوگا۔ جو لوگ گھر کی چکیوں کا آٹا پیس کر کھایا کرتے تھے اُن کی صحتیں اچھی رہتی تھیں۔ اب بھی اگر اسی قسم کا آٹا ملنے لگ جائے تو لوگوں کی صحتیں اچھی ہو جائیں گی۔

پس نظامِ قدرت میں قضا وقدر کو اسباب کے ساتھ باندھا ہوا ہے۔ جہاں تک جسمانی اسباب کا تعلق ہے اُن کو ہم سمجھتے بھی ہیں اور اس کے اوپر تو ہم آنکھیں بند کر کے عمل بھی کرتے ہیں حتّٰی کہ وہ لوگ بھی جو کہتے ہیں دُعا میں تاثیر نہیں۔ وہ کبھی یہ نہیں کہتے کہ بچہ بیمار ہے قضا وقدر میں ہوگا یا مقدر میں ہوگا تو بچ جائے گا ورنہ مر جائے گا بلکہ وہ اُس کے لئے تڑپ رہے ہوتے ہیں کبھی ایک ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں کبھی دوسرے ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں اور کبھی عقل کی حدود پھلانگ کر گنڈے اور تعویذ کرنے والوں کے پاس بھی چلے جاتے ہیں۔

غرض بعض لوگوں کا یہ سمجھنا کہ خدا تعالیٰ نے جو جسمانی اسباب مقرر کئے ہیں یعنی ایک مُسبب ہے اور دوسرا اس کا سبب اور یہ ایک سلسلہ ہے جو جاری ہے یہ تو ضروری ہے لیکن روحانی طور پر دعا سبب نہیں اور اس میں کوئی اثر نہیں۔ ایک صاحبِ فراست مومن اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ یہ تو بچہ بچہ جانتا ہے کہ اگر ہاکی سے کھیلنا ہے تو شہتوت کا درخت جس سے ہاکی بنائی جاتی ہے وہ لگانا پڑے گا ورنہ ہاکی نہیں بنے گی۔ اس دنیا میں خدا تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے مادی سامان پیدا کئے ہیں۔ قانون قدرت یا قضا وقدر یہ ہے کہ ان سامانوں کے ذریعہ ہم اپنی حاجتوں کو پورا کرتے ہیں اور اپنی ترقیات کے سامان پیدا کرتے ہیں مثلاً ستر کا حکم ہے ننگ ڈھانکنے کے لئے کپڑے کی ضرورت ہے۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ اگر قسمت میں ہوا تو خود ہی پردہ ہو جائے گا کپڑے پہننے کی کیا ضرورت ہے۔ تو لوگ

اسے کہیں گے کیا تم پاگل ہو گئے ہو؟ لیکن جب وہ یہ کہے دعا کرنے کی کیا ضرورت ہے تو یہ گویا ایک وسوسہ ہوتا ہے جو شیطان اس کے دل میں ڈالتا ہے ورنہ دنیا میں مسببات اور اسباب کا ایک بڑا لمبا سلسلہ جاری ہے۔ ایک چیز دوسرے کو پیدا کر رہی ہے ایک چیز دوسرے کا سبب بن رہی ہے اور یہ ایک بڑا لمبا سلسلہ ہے جس میں خدا تعالیٰ کی غیر محدود قدرتیں کارفرما ہیں۔ خدا تعالیٰ کی قدرتوں کو اپنی عقل سے باندھنا اور ان کی حد بست کرنا یا ان کو محدود قرار دینا گویا خدائی کا دعویٰ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اگر آدمی آثار صفاتِ الٰہیہ کی حد بندی کرنے لگ جائے تو یہ خدا سے بڑا بننے والی بات ہے۔

اِس وقت دنیا میں جو علمی اور سائنسی ترقی ہو رہی ہے اس میں بھی قانون قدرت جلوہ گر ہے مثلاً فزکس ہے اس میں آئے دن کئی ایسے اصول وضع ہوتے رہتے ہیں جن کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ یہ قانون اس کی بھی بنیاد تھا جس کا ہمیں علم تھا۔ ہمارے علم میں جو سب سے گہرا اور بنیادی اصول پایا جاتا تھا اس کے نیچے ایک اور اصول کام کر رہا تھا جو پہلے ہمارے علم میں نہیں تھا اب ہمیں اس کی سمجھ آئی ہے۔ خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے جو سامان ہیں یا جو آثار الصفات ہیں جن کے متعلق ہم یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ان کو قضا و قدر میں باندھا ہوا ہے ہم ان کا احاطہ نہیں کر سکتے کیونکہ جو مادی سامان یا اسباب ہیں ان کے پیچھے ایک اور سبب کام کر رہا ہے اور پھر اس کے پیچھے اور سبب ہے اور اس کے پیچھے اور سبب ہے۔ یہ ایک لمبا سلسلہ جاری ہے۔ ایک وقت میں ہم نے کہا ہمارے علم کے لحاظ سے فلاں چیز سے فلاں چیز پیدا ہوئی، اس سے یہ، اُس سے یہ اور اس سے یہ چیز پیدا ہوئی اور پھر وہ آخری شکل میں ہم تک پہنچ گئی لیکن پھر اگلے دن ہمیں پتہ لگتا ہے کہ وہ چیز جس کو ہم نے بنیادی سمجھا تھا وہ بنیادی نہیں اس کے نیچے ایک اور اصول کام کر رہا ہے۔ باوجود اس علم کے کہ خدا کی قدرتوں کی کوئی حد بست نہیں پھر بھی ہم قانون قدرت کا جتنا ہمیں علم ہے اس سے ہم فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ انسان کے جسم سے تعلق رکھنے والی طب جاننے والوں نے ایک وقت میں یہ کہا کہ جو معدنیات ہیں ان کا ہمارے جسم کے ساتھ کیا تعلق ہے کیونکہ ان کی اصطلاح میں انسانی جسم Organic ہے اور دوسری اشیاء

Inorganic ہیں۔ان کا آپس میں کوئی تعلق نہیں لیکن اب ایک اور بڑا ضروری اصول نکل آیا اور لوگوں کو یہ پتہ لگ گیا کہ معدنیات کے بغیر انسانی صحت قائم نہیں رہتی۔

غرض موجودات میں جتنے آثار الصفات پائے جاتے ہیں وہ سب خدا تعالیٰ کی قدرتوں کے جلوے ہیں۔ انسان کی اب تک کی پیدائش میں بھی خدا تعالیٰ کی قدرتوں کے بے شمار جلوے نظر آتے ہیں۔ ہر فرد واحد کی پیدائش بھی خدا تعالیٰ کی قدرت کا ایک جلوہ ہے۔ یہ دنیا اسباب اور مسببات کی دنیا ہے۔خدا تعالیٰ نے قضا و قدر کو مسببات اور اسباب کے ساتھ باندھ دیا ہے۔نظام قدرت میں مادی چیزیں بڑی واضح ہیں کوئی شخص یہ نہیں کہتا کہ جی اگر تقدیر ہوئی تو بیمار بچ جائے گا اور اگر مقدر میں صحت نہ ہوئی تو مر جائے گا آرام سے بیٹھے رہو بلکہ لوگ بیماروں کا علاج کرانے کے لئے پاگلوں کی طرح پھرتے ہیں۔اس کی بے شمار مثالیں ہیں کہ جو لوگ دنیا کے پیچھے لگے ہوئے ہیں وہ سارے قضا و قدر کے ماتحت ہی لگے ہوئے ہیں یعنی اسباب کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔زبان سے مانیں نہ مانیں مگر ان کا سارا طریق کار بتا رہا ہے کہ وہ بھی سمجھتے ہیں کہ یہی قضا وقدر ہے۔قرآن کریم نے کہا لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۔ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى (النجم: ۴۰، ۴۱) تم جتنی کوشش کرو گے اتنا پالو گے۔جس طرح جسمانی دنیا میں قضا و قدر کو اسباب اور مسببات کے ساتھ باندھ لیا ہے اسی طرح روحانی دنیا میں بھی قضاو قدر کو اسباب اور مسببات کے ساتھ باندھا گیا ہے یا قضا و قدر کے ساتھ ان کو باندھا گیا ہے۔

جو کام دعا کرتی ہے اور جو ہمیں سمجھ آجاتا ہے وہ یہ ہے کہ اصل تو آثار الصفات ہیں یعنی خدا تعالیٰ کی غیر محدود قدرتوں میں سے بہت سی یا ایک صفت کا جلوہ ہے۔اس واسطے میں نے اس سلسلہ میں پچھلے خطبہ جمعہ میں کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ علت العلل ہے اور اس کائنات کی حقیقت تا کہ انسان توحید پر قائم رہ سکے۔

پس اس تمہید کے بعد دعا کا فلسفہ اور حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے نیک بندوں میں ایک قوت جذب رکھی گئی ہے۔خدا تعالیٰ کی طرف سے روحانی طور پر آثار الصفات کے نتیجہ میں یہ چیز پیدا ہوئی کہ خدا اور بندے میں ایک قوت جذب ہے اور وہ اس طرح کام کرتی ہے

کہ کسی سعید روح کے لئے پہلے اللہ تعالیٰ کی رحمانیت جوش میں آتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی رحمانیت کی کشش اور اس کا جذب اس سعید بندہ کو اپنی طرف کھینچتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی صفت رحمانیت بغیر عمل عامل کے جوش میں آتی ہے اور جس وقت انسان کی وہ سعید روح خدا تعالیٰ کے اس پیار کو دیکھتی ہے جس کے لئے اس نے کوئی کوشش نہیں کی، کوئی جدوجہد نہیں کی تو خدا کا بندہ تڑپ اُٹھتا ہے خدا تعالیٰ کے اس پیار کو دیکھ کر اور پھر وہ صدق وصفا اور ثبات کے نتیجہ میں اور زیادہ ایثار دکھاتا ہے خدا کی راہ میں۔ وہ سمجھتا ہے اتنی عظیم ہستی رحمانیت کا پیار میرے اوپر نازل کر رہی ہے۔ پھر وہ خدا تعالیٰ کے لئے ثبات قدم دکھاتا ہے اس کے عمل میں صدق ہوتا ہے ایثار ہوتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانی کرتا ہے وہ اور زیادہ کوشش کرتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی رضا کو اور زیادہ حاصل کرے۔ یہ دوسرا عمل روحانی طور پر آیا تب خدا تعالیٰ اس کے صدق اور ثبات کو دیکھ کر اور اس کے جذبہ کو دیکھ کر اس کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ جب یہ جذبے دوطرفہ ہو جاتے ہیں تو انسان روحانی طور پر کمال حاصل کر لیتا ہے۔ باقی رہا کمال تو اس کے بھی ہزاروں درجات ہوتے ہیں۔ مجموعی طور پر ہم سب کو ہی کامل کہہ دیتے ہیں ورنہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے اکمل وجود کے مقابلے میں تو کوئی کامل نہیں لیکن انبیاء کا اپنا مقام ہے دوسروں کا اپنا مقام ہے۔ ایک خاص گروہ کو ہم روحانی طور پر کامل کہتے ہیں اس معنی میں کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی رحمانیت کا جلوہ دیکھا اور اس کے پیار کو پایا بغیر اپنی کسی کوشش کے اور پھر اُن کی روح تڑپ اُٹھی اور انہوں نے اپنی زندگی خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دی اور ہر قسم کی تکالیف اٹھانے کے لئے تیار ہو گئے اور ہر چیز قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے اس لئے کہ خدا تعالیٰ کا وہ پیار جو پہلے رحمانیت کے نتیجہ میں ان کو ملا تھا اب خدا تعالیٰ کے قرب کے نتیجہ میں اور زیادہ ملنے لگ گیا۔ جس وقت ایسا بندہ خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو وہ اس دعا کا اثر دیکھ لیتا ہے اس قرب کے نتیجہ میں (میں ذرا وضاحت کے لئے آسان الفاظ استعمال کروں گا) کہ خدا تعالیٰ پھر اس بندے کی خاطر وہ مسببات پیدا کرتا ہے جن کے نتیجہ میں اس مسبب اور سبب کی دنیا میں وہ چیز پیدا ہو جاتی ہے جس کو وہ مانگتا ہے مثلاً باہر دھوپ ہے۔ میں اس وقت دھوپ میں باہر سے آیا ہوں۔ ہمیں آسمان پر کوئی بادل نظر نہیں آ رہا لیکن اگر خدا تعالیٰ کا بندہ بارش کے لئے

دعا کرے تو یہ تو نہیں ہوتا کہ اسی طرح دھوپ میں سے بارش کے قطرے ٹپکنے لگ جائیں بلکہ اللہ تعالیٰ اس جگہ ایسے طبعی سامان پیدا کرتا ہے یعنی ان مسببات کے نتیجہ میں بارش ہو جاتی ہے جو قانون قدرت میں آثار صفات کے نظام پر مشتمل ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کا کوئی بندہ انسانوں کی اصلاح کے لئے قحط کی بددعا کرے تو خدا تعالیٰ ایسے اصولی، بنیادی اور طبعی سامان پیدا کر دیتا ہے اور اس کی صفات کے جلوے کچھ اس طرح ظاہر ہوتے ہیں کہ وہ ایک لمبے عرصے تک بارش نہیں ہونے دیتے اور قحط کے سامان پیدا ہو جاتے ہیں لیکن یہ سب کچھ اس لئے ہوتا ہے کہ یہ اسباب اور مسببات کی دنیا ہے۔ ایک علت ہے اور ایک اس کا معلول ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات علت العلل ہے۔

یہ دنیا اور اس کی کائنات کا ہر جزو اللہ تعالیٰ کی کسی نہ کسی صفت کا مظہر ہے مثلاً خدا تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ دنیا میں بعض چیزوں کو بڑھاتا چلا جاتا ہے میں نے پہلے بھی کئی دفعہ بتایا ہے ستاروں کی جو روشنی زمین پر پہنچ رہی ہے جب سے زمین بنی ہے اس میں ستاروں کی روشنی کا اضافہ ہو رہا ہے۔ بعض ستارے اتنے فاصلے پر ہیں کہ ان کی روشنی پہلے نہیں پہنچی بعض کی روشنی ۱۹۷۵ء میں پہنچی ہوگی۔ پس جہاں تک ستاروں کی مجموعی روشنی کا تعلق ہے جو زمین کے اوپر پڑ رہی ہے اس کے اندر ایک وسعت پیدا ہوگئی۔

گویا خدا تعالیٰ کی ایک یہ صفت ہے کہ وہ وسعت پیدا کرتا ہے چنانچہ وہ انسان کو ترقی دیتے دیتے اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک لے آیا اور یہ بھی گویا ایک وسعت ہے روحانی طور پر کہ لوگ شریعتِ قرآنیہ کو سمجھنے کے قابل ہو گئے۔ ان کے دل و دماغ شریعت قرآنیہ کو قائم کرنے کے قابل ہو گئے انہوں نے دنیا کی مخالفت کی کوئی پرواہ نہ کی اور خدا تعالیٰ کے قانون کے مطابق دنیا میں ایک انقلاب عظیم بپا ہو گیا جس کا سلسلہ چلتا چلا جا رہا ہے اور اب پھر اس پیشگوئی کے مطابق جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی کہ آخری زمانہ میں اسلام پھر اسی طرح ساری دنیا پر غالب آئے گا جس طرح وہ اپنے شروع زمانہ میں معروف دنیا پر غالب آیا تھا کیونکہ اس وقت ساری دنیا آباد نہیں ہوئی تھی اس وقت امریکہ کا وہ حال نہیں تھا جو اس وقت ہے۔

بہر حال یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو اسلام کو ساری دنیا میں غالب کرنے کے سامان پیدا

کرتا ہے۔

پس دعا کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جب دعا کی جاتی ہے تو وہ اپنے فضل سے ایسے بنیادی اسباب پیدا کر دیتا ہے جو اس چیز کے حصول کا سبب بن جاتے ہیں جس کے لئے دعا کی جاتی ہے مثلاً ایک شخص بیمار ہے وہ دوائی استعمال کرتا ہے اس کا اثر ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت کے کچھ آثار دوائی کے اندر پائے جاتے ہیں جن کو خواص اشیاء کہتے ہیں وہ دراصل آثار الصفات ہیں۔ مثلاً ایک تو یہ کہ دل کا جو گوشت یا پٹھہ ہے خدا تعالیٰ کی صفت نے اس کی طاقت کا سامان اس کے اندر رکھ دیا ہے دوسرے یہ کہ ہر فرد کے دل کے لئے علیحدہ علیحدہ حکم چلتا ہے اور دل کا جو گوشت ہے اس کے اندر یہ صفت رکھی گئی کہ دوائی کے اثر کو قبول کرے۔ اس صفت کے بغیر اس کا علاج ہو ہی نہیں سکتا۔ دوائیوں کا انتخاب ہمیں یہ سمجھاتا ہے۔ دیکھو جو ڈاکٹر ہیں وہ اچھی طرح سمجھتے ہیں بلکہ میرے جیسا عام آدمی بھی سمجھ لیتا ہے کہ بعض دوائیاں ایسی ہیں جن کے متعلق ڈاکٹر کہتے ہیں کہ وہ صرف دل کے گوشت پر اثر انداز ہوں گی ہمارے بازو کے اندر گوشت پر اُن کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ دل کے گوشت میں خدا تعالیٰ کی اُسی صفت کا جلوہ ظاہر ہوا ہے جو اُس دوائی کے اثر یا صفت میں ظاہر ہوا تھا۔ اس لئے دل دوائی کے اثر کو قبول کرتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ کسی کا امتحان لینا چاہے اصلاح کی خاطر اصل تو اس کی رحمانیت ہے لیکن کبھی انسان خود خدا تعالیٰ کے قہر اور غضب کو بلاتا ہے اور خدا تعالیٰ اصلاح کی خاطر کہ آخر تم میری طرف رجوع کرو گے تو دین و دنیا تمہیں ملے گی اُس کے بچے کو بیمار کر دیتا ہے۔ اب خدا نے اس کو بڑی دولت دے رکھی ہے لیکن خدا کہتا ہے تیری دولت تیرے بچے کو نہیں بچا سکتی۔ ساری دُنیا کے علاج اس کو نہیں بچا سکتے۔ دوستوں سے سنا ہوگا بعض دفعہ پاکستان میں بھی بعض لوگ امریکہ کے ڈاکٹر بلاتے ہیں اور لاکھوں روپے خرچ کر دیتے ہیں۔ خدا کہتا ہے دولت تمہیں دی ہے لیکن تیرے بچے کی صحت تیری دولت پر منحصر نہیں، میرے حکم پر منحصر ہے۔ چنانچہ ایک طرف دوائی کو یہ حکم ہوتا ہے کہ تو اثر نہ کر۔ یہ خدا تعالیٰ کی صفت کا جلوہ ہوتا ہے کہ انسان جو دوائی کھا رہا ہوتا ہے اس کا اثر نہیں ہوتا دوسری طرف ایک اور جلوہ ظاہر ہوتا ہے اور وہ یہ کہ خدا اس کے دل کو کہتا ہے دوائی کے اثر کو قبول نہ کر۔ اب

ساری دنیا علاج میں لگی ہوئی ہے لیکن آرام نہیں آتا۔ پھر اگر اور جب خدا تعالیٰ کا ایک کامل بندہ اس کے لئے دعا کرتا ہے تو دونوں طرف کے جذب کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ اس سے پیار کا یہ سلوک کرتا ہے کہ اس کی خاطر طبعی اسباب پیدا کر دیتا ہے اور پھر وہ دوا میں اثر پیدا کر دیتا ہے۔ دل کو حکم ہو جاتا ہے کہ دوائی کے اثر کو قبول کرے چنانچہ وہی دوا جو کل تک بے اثر تھی آج اثر کرتی ہے اور بیمار کو آرام آجاتا ہے۔

جیسا کہ میں نے ابھی خطبہ کے شروع میں بتایا ہے خدا تعالیٰ کی قدرتیں یعنی آثار الصفات (عام محاورے میں ان کو قدرت کہتے ہیں اور اسے عام طور پر سب لوگ سمجھ جائیں گے) غیر محدود ہیں۔ انسان اُن کی حد بست کر ہی نہیں سکتا۔ خدا تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کے لئے بظاہر اپنے قانون کو توڑتا ہے لیکن قانون تو اس کے بندہ کے لئے ہے جو قانون اس کے نیچے چھپا ہوا ہوتا ہے وہ ہمیں معلوم نہیں اس قانون کا ہمیں پتہ نہیں۔ ہم اپنے علم کے مطابق سمجھتے ہیں کہ قانون توڑا گیا لیکن قانون توڑا بھی گیا ہمارے علم کے مطابق لیکن اس تبدیلی کے لئے جو قانون کے اندر آئی ہے اس کے لئے بھی قانون ہے ہمیں اس کا پتہ نہیں ہے مثلاً قانون قدرت یہ کہتا ہے اگر کسی کو بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا جائے تو آگ اس کو جلا دے گی۔ یہ قانون قدرت ہے اور یہی قضا وقدر ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ مقدر کر رکھا ہے کہ بھڑکتی ہوئی آگ میں اگر کسی انسان کو ڈالا جائے تو وہ جل جائے گا لیکن اگر اللہ چاہے تو ایک اور قانون جو پوشیدہ ہے ہماری نظر سے، خدا اپنے بندہ کے لئے اس کو حرکت میں لاتا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا گیا لیکن وہ نہیں جلے۔ آج کل کے دہریہ خیال رکھنے والوں نے اس پر اعتراض کر دیا کہ یہ تو ایک قصہ کہانی ہے اور بس۔ ورنہ آگ کیسے نہیں جلاتی؟ چنانچہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں پر اس قسم کے جو اعتراضات ہو رہے تھے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کا علم ہوا تو آپ نے کہا عجیب لوگ ہیں جو اس قسم کے اعتراض کرتے ہیں۔ آپ نے کہا خدا تعالیٰ کے مامور تماشہ نہیں دکھایا کرتے اس واسطے میں خود تو یہ نہیں کر سکتا لیکن میں تمہیں یہ کہتا ہوں کہ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے حالات تم میرے لئے پیدا کرو گے تو میرے خدا نے کہا ہے کہ میں اس وقت کے حالات کے مطابق آگ میں تبدیلی پیدا کر دوں گا اور مجھے آگ نہیں جلائے گی۔

پس جہاں تک قانون قدرت کا سوال ہے خدا اپنے نیک بندوں کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے اور اس کے نتیجہ میں اپنے قانون کو بدل دیتا ہے اور اس میں جذب کا وہ قانون کارفرما ہوتا ہے جس کے متعلق میں نے بتایا ہے کہ جب انسان قرب کے ایک خاص مقام پر پہنچتا ہے تو اس کے حق میں بظاہر قانون ٹوٹتا ہے لیکن یہ یوں ہی نہیں ہوتا بلکہ قانون کا ٹوٹنا بھی کسی قانون ہی کے ماتحت ہوتا ہے کیونکہ ہم قانون قدرت کی حد بست تو کر ہی نہیں سکتے۔ خدا کا قانون یہ کہتا ہے کہ اگر مچھلی انسان کو نگل جائے گی تو وہ ختم ہو جائے گا۔ یہ قانون قدرت ہے۔ دنیا میں سینکڑوں بلکہ میرے خیال میں ہزاروں انسانوں کو مچھلی نے نگلا۔ گو تعداد تو کسی نے محفوظ نہیں رکھی لیکن ہزاروں انسانوں کو مچھلیوں نے نگل لیا اور ان کی زندگی ختم ہوگئی یہ قانون قدرت ہے۔ نظام قدرت میں قضا و قدر نے یہ قانون بنا رکھا ہے کہ جہاں تک جان دار کا سوال ہے مچھلی کے پیٹ میں جا کر کوئی زندہ نہیں نکلا کرتا۔ اربوں جاندار چیزیں مچھلی کے پیٹ میں گئیں اور وہ ختم ہوگئیں مثلاً بعض مچھلی کھانے والی مچھلیاں ہیں جو ۲۔۲ سیر کے کی مچھلیاں کھا جاتی ہیں حتی کہ بعض تو ۲۰۔۲۰، ۳۰۔۳۰ سیر کی زندہ سلامت تیز دوڑنے والی مچھلی ان کے قابو آ جائے تو نگل لیتی ہیں۔ یہ قانون قدرت ہے لیکن جب خدا تعالیٰ کے ایک برگزیدہ نبی کو خدا تعالیٰ نے یہ نشان دکھایا تھا (اس واقعہ کی تفصیل میں جانے کا یہ وقت نہیں) اُن کو مچھلی نے نگل لیا تو ان کی جان بچانے کے لئے خدا تعالیٰ نے اپنا قانون بظاہر توڑ دیا لیکن کسی قانون کے ماتحت توڑا اور اس واسطے جب اور جہاں ہمیں یہ نظر آئے کہ خدا تعالیٰ کا قانون کیسے ٹوٹ سکتا ہے تو حقیقت تو یہ ہے کہ قانون ٹوٹا نہیں صرف وہ قانون ٹوٹا ہمیں نظر آیا جس کا ہمیں علم تھا۔ خدا تعالیٰ کے سارے قوانین کا تو ہمیں علم ہی نہیں۔ ہم اُن کی حد بست کر ہی نہیں سکتے، کبھی بھی نہیں کر سکیں گے قیامت تک نہیں کر سکیں گے۔

پس خدا تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے ظاہر میں نظر آنے والا قانون بھی بدل دیتا ہے اور خدا تعالیٰ کا کسی قانون کو بدلنا بھی ایک قانون کے مطابق ہوتا ہے کیونکہ اس نے ہر چیز کو قانون قدرت میں باندھ دیا ہے۔ میں بتا چکا ہوں اس دنیا میں سب آثار الصفات یا صفات الٰہیہ کے جلوے ہیں اسی کا نام سنت اللہ ہے اور اسی کو قانون قدرت بھی کہتے ہیں مثلاً یہ علت ہوگی تو یہ

اس کا معلول پیدا ہو جائے گا یہ چیز دوسرے کو پیدا کرے گی وغیرہ وغیرہ لیکن اس کو خدا نے قضا و قدر کے ساتھ باندھا ہوا ہے۔ البتہ ان قوانین کی ہم حد بست نہیں کر سکتے اسی واسطے ہم کہتے ہیں اور ہمارے بزرگ بھی کہتے چلے آئے ہیں کہ تقدیریں دو قسم کی ہوتی ہیں ایک تقدیر ہے معلق اور ایک ہے مبرم۔ معلق تقدیر عام تقدیر ہے مثلاً یہ معلق تقدیر ہے کہ روٹی کھاؤ گے تو پیٹ بھرے گا، نہیں کھاؤ گے تو بھوکے مرو گے۔ یہ تقدیر ہے یہ قضا و قدر ہے اور ایک تقدیر ہے جو ٹل نہیں سکتی۔ اس کا تو انسان کو پتہ ہی نہیں لگتا سوائے اس کے کہ خدا خود بتائے۔ پتہ اسی وقت لگتا ہے جب واقع ہو جاتا ہے پھر لوگ پریشان ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی والہام کے ذریعہ بہت زبردست پیش خبریاں دی گئیں۔ جب میں ۱۹۶۷ء میں یورپ کے دورے پر گیا تو میں نے ایک مضمون لکھا اور لندن میں پڑھا۔ اس موقع پر بہت سارے انگریز آئے ہوئے تھے۔ ان میں کچھ تو بڑے پڑھے لکھے اور ایم پی اے وغیرہ بھی تھے۔ میں نے اس مضمون کو شروع ہی اس طرح کیا۔ میں نے کہا اگر میں تمہیں وہ باتیں بتاؤں جو پوری ہو چکیں تو تم کہو گے اب آ گئے ہو جب وہ باتیں پوری ہو گئیں تو تم نے پیشگوئیاں سنانی شروع کر دیں اور اگر میں تمہیں وہ باتیں بتاؤں جو ابھی پوری نہیں ہوئیں لیکن جن کی خدا تعالیٰ نے پہلے سے خبر دے رکھی ہے اور اسلام کو غالب کرنے کے لئے جو نقشہ الہامات میں کھینچا گیا ہے یعنی جو قرآن کریم میں پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارتیں دی ہیں وہ بتاؤں تو تم کہو گے کہ مشرق سے پتہ نہیں کون پاگل آ گیا ہے کیسی پاگلوں والی باتیں ہمارے ساتھ کر رہا ہے تو تمہارے لئے بڑی مشکل ہے۔ میرے لئے سمجھانا مشکل ہے اور تمہارے لئے سمجھنا مشکل ہے۔ تم اپنے آپ کو بہت عقلمند سمجھتے ہو لیکن یہ میں بتا دیتا ہوں کہ یہ خدا تعالیٰ کا فیصلہ ہے (میں نے اپنے مضمون کو اسی پر ختم کیا) کہ اگر تم خدا کی طرف رجوع نہیں کرو گے تو جو مرضی کر لو تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ اس لئے اگر تم ہلاکت سے بچنا چاہتے ہو تو اس رب العلمین کی طرف رجوع کرو جو اسلام تمہارے سامنے آج پیش کرتا ہے۔

پس جو تقدیر مبرم ہے اس کے متعلق لوگ کہہ دیتے ہیں ہمیں تو پتہ ہی نہیں کونسی مبرم ہے سوائے اس کے کہ خدا خود بتائے اور میں نے بتایا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے چھپے ہوئے قانون کی

تاریں کھینچتا ہے یہ بھی اس کا اپنا قانون ہوتا ہے لیکن انسان کے علم میں نہیں ہوتا۔ بظاہر تقدیر مبرم ہوتی ہے لیکن وہ دعاؤں کے نتیجہ میں بدل جاتی ہے کیونکہ دعا میں بڑا اثر ہے لیکن اس کے لئے جس چیز کو ڈیویلپ (Develop) کرنے کی یا جس چیز کو ارتقائی منازل میں سے گذار کر کمال تک پہنچانے کی ضرورت ہے وہ بندے اور خدا کے درمیان وہ تعلق ہے جس کو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں کے مطابق قوت جذب کہا ہے۔ آپ نے اپنی کتابوں میں اس قوت جذب پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ دعا کی کیا اہمیت ہے۔ اس لئے انسان کو چاہیئے کہ وہ دعا کرے کہ خدا تعالیٰ رحمانیت کا جلوہ دکھائے۔ پہل بہرحال اس نے کرنی ہے اپنی طرف کھینچنے کی۔ انسان اپنے زور سے کچھ نہیں پا سکتا۔ اسی لئے کہا گیا ہے خدا کے فضل کے بغیر کوئی نجات نہیں اور نہ کسی کو جنت مل سکتی ہے۔ پہلے تو لوگ اس قدرت کا تھوڑا بہت نظارہ دیکھیں گے پھر اس کے بعد مجاہدہ کا دور شروع ہوتا ہے جن کو یہ شرف حاصل نہیں وہ دعا کریں خدا تعالیٰ ان کو رحمانیت کا جلوہ دکھائے اور پھر یہ دعا کریں کہ اس کا جو صحیح اثر ہونا چاہیئے انسان کی روح اور اس کے دل پر وہ اثر پیدا ہو اور اس کے مقابلے میں انسان کے اندر جو کشش رکھی گئی ہے یعنی خدا تعالیٰ کی محبت پیدا ہو۔ انسان صدق وصفا، ایثار اور قربانی اور انقطاع الی اللہ کے ذریعہ خدا کے قرب کو حاصل کرنے کی کوشش کرے اور خدا کا قرب پالے۔ پھر وہ خود بھی دیکھے گا اور دنیا کو بھی دکھائے گا کہ خدا تعالیٰ کس قدر قدرتوں کا مالک ہے۔ دنیا جب کہہ دیتی ہے کہ کچھ نہیں ہوسکتا اس وقت خدا کی طرف سے بندہ کو بتایا جاتا ہے کہ ہو جائے گا اور وہ ہو جاتا ہے لیکن جیسا کہ میں بتا چکا ہوں خدا اپنے قانون کو توڑتا نہیں لیکن جو قانون دنیا کو نظر آ رہے ہوتے ہیں ان میں ایک تبدیلی اپنے کسی ایسے قانون کے ذریعہ کر دیتا ہے جو ہمارے علم میں نہیں ہوتا۔

پس دعا ہے، دعا موثر ہے دعا عبادت بھی ہے۔ یہ بھی قرآن کریم سے ہمیں پتہ لگتا ہے لیکن دعا محض عبادت نہیں جس کا کوئی اثر نہ ہو بلکہ حصول مطالب کے لئے بہترین چیز ہے ہی دعا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے انسان کی ہر کوشش ایک پہلو دعا کا رکھتی ہے۔ جو لوگ خدا کو نہیں جانتے ان کے اندر جذب کا دوطرفہ جوش نہیں پیدا ہوتا۔ ان کی دعا

ایک محجوبانہ دعا ہوتی ہے اور جو لوگ خدا کو اس کی ذات و صفات کے ساتھ جانتے ہیں ان کی دعا ایک عارفانہ دعا ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا ہر نئے علم کا جو دروازہ کھلتا ہے وہ درحقیقت خدا کی کسی نہ کسی صفت کا ظہور ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کو گالیاں دینے والے بھی دراصل کسی نامعلوم منبع کی تلاش میں ہیں۔ جو لوگ دن رات دنیوی کوشش میں لگے ہوئے ہیں اور سالہا سال کی کوششوں کے بعد کوئی چیز حاصل کرتے ہیں ان کی یہ کوشش کسی نامعلوم منبع سے کہتی ہے کہ مجھے کوئی چیز ملے کوئی اور صداقت اس پر ظاہر ہو لیکن ایک عارف اپنے رب کو پہچانتا ہے، وہ اپنے رب کے حضور جھکتا ہے، وہ اپنے رب کی خاطر دنیا کو چھوڑتا ہے، اپنے رب کی طرف انقطاع کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرتا ہے اور دعا کے ذریعہ اپنا مطلب خدا تعالیٰ سے حاصل کر لیتا ہے۔

غرض اسلام نے اجتماعی زندگی میں بھی اور انفرادی زندگی میں بھی ایک بڑا عظیم مقام ہمارے سامنے رکھا ہے اور وہ مقام دعا کا مقام ہے۔ پس میں اپنے دوستوں سے کہتا ہوں کہ وہ دعا کریں اور ایسے رنگ میں دعا کریں کہ وہ قبول ہو۔ وہ خود بھی خدا کی قدرتوں کے نشان دیکھیں اور دنیا کو بھی دکھائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فارسی کے ایک شعر میں فرمایا۔ ع

از دعا کن چارۂ آزار اِنکار دعا

فرمایا اے شخص! اگر تجھے انکار دعا کی بیماری لگ گئی ہے اور تو دعا میں ایمان نہیں رکھتا تو اس کا علاج بھی دعا سے کر۔ یہ ایک بڑی بنیادی حقیقت ہے اس لئے جن لوگوں کو اس کوچے کی کچھ خبر نہیں ان کو خدا تعالیٰ سے دعائیں کر کے اس مقام کو حاصل کرنا چاہیئے۔

میں اپنے دوستوں سے ایک بار پھر کہتا ہوں کہ وہ ذرا سوچیں ہم پر کتنی بڑی ذمہ داری ہے۔ ساری دنیا کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ وہ دنیا جو ہماری نسبت بے شمار گنا زیادہ دولت کی مالک ہے، سیاسی اقتدار کی مالک ہے مہلک ترین ہتھیاروں کی مالک ہے ہم تو انسان پر ایک ڈنڈا بھی نہیں چلانا چاہتے اور وہ ایٹم بم بھی استعمال کر لیتے ہیں۔ اس دنیا کو اسلام کی طرف کھینچ کر لانا اور اس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے حسن و احسان کو ظاہر کر کے ان کو حلقہ بگوش اسلام بنانا یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ ہماری خواہش ہے ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ غلبہ اسلام کے دن قریب ہیں۔ ہم اپنے بچوں کو بھی کہتے ہیں کہ تمہیں بشارت ہو لیکن وہ یہ بھی سن لیں کہ ان کے بچپن کے کھیل کود سے تو یہ نتائج نہ نکلیں گے اس لئے تم سب تیاری کرو اور وقت آنے پر قربانیاں دو۔ اپنے لئے نہیں نہ میرے لئے اور نہ اپنے رشتہ داروں کے لئے اور نہ کسی اور کے لئے بلکہ محض خدا اور اس کے رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قربانیاں دو تا کہ غلبہ اسلام کے دن جلد آئیں اور ہمیں بھی دیکھنے نصیب ہوں۔

(از رجسٹر خطبات ناصر غیر مطبوعہ)

۞۞۞